نوجوانوں میں بیروزگاری اور اس کا تدارک
(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)
Youth Unemployment and its Prevention
(Analytical Study in the light of Islamic Teachings)

*ڈاکٹر حافظ راؤ فرحان علی

**ڈاکٹر محمد ذوالقرنین

ABSTRACT

It is a fact that youth are an asset to any nation. These are the young people who will lead any nation to success. Therefore, if the youth are trained on the right lines and they set their goal in life and work hard to achieve it, then not only negative and destructive activities are eliminated from their lives but also the whole society Accompanies development.

Unfortunately, today unemployment is common among the youth due to which they are suffering from negative activities. Youth are involved in looting, theft and drug addiction. Therefore, it is important to create employment opportunities for them. This article is a small effort to explore how young people can be employed in the light of Islamic teachings. Qualitative method has employed in this article. It is concluded that Young people need to build self-confidence. Use personal resources, Society and governments should help them with loans and land should be distributed among the youth through agricultural reforms. So, unemployment can be controlled to a great extent.

KEYWORDS:

Employment, Youth, Islamic Teachings, Nation.

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ نوجوان کسی بھی قوم کا اثاثہ ہوتے ہیں۔ یہ نوجوان ہی ہیں جو کسی بھی قوم کو کامیابیوں سے ہمکنار کرواتے ہیں یا پھر انہیں پستیوں میں دھکیل دیتے ہیں، لہٰذا اگر نوجوانوں کی تربیت صحیح خطوط پر کر دی جائے اور وہ اپنا مقصدِ زندگی متعین کر کے اس کے حصول میں کمربستہ ہو جائیں تو ان کی زندگیوں سے نہ صرف منفی اور تخریبی

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

** سابق پرنسپل، غزالی ایجوکیشن سسٹم، واہ کینٹ

سرگرمیاں ختم ہو جاتی ہیں بلکہ پورا معاشرہ ان کی جہدِ مسلسل کی بدولت ترقی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ قرآن و سنت میں نوجوان کا بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا [1]

ہم ان کا اصل قصہ تم کو سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ "ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بیجا بات کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا اسوہ حسنہ ہر نوجوان کے لئے مشعل راہ ہے جنہوں نے عین جوانی میں عفت و پاکدامنی کا وہ اسوہ حسنہ پیش کیا کہ رہتی دنیا تک ہر نوجوان اس سے رہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔ وہ سات آدمی جن کو عرشِ خداوندی کے سائے کی دولت میسر آئے گی، ان میں ایک وہ جونوان بھی ہے جو جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں صرف کردے۔[2] نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی مومن، ضعیف کی بہ نسبت بہتر اور پسندیدہ ہے۔[3] اس حدیث میں بھی نوجوان کی تعریف کی گئی ہے۔

روزگار انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ قرآن و سنت میں جابجا کسبِ معاش کا حکم دیا گیا ہے اور فقر و فاقہ سے پناہ کی تلقین کی گئی۔ انبیاء علیہم السلام نے مختلف پیشے اپنا کر یہ بتلا دیا ہے کہ کسب معاش انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور کسی پیشے میں کوئی عار نہیں۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اہل مکہ کی بکریاں چرائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو پورے مصر کی معیشت کی بحالی کا بیڑہ اٹھایا۔ آپؑ نے فرمایا:

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ [4]

"(یوسف علیہ السلام نے) کہا: ملک کے خزانے میرے سپرد کیجیے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔"

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

"یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کروں گا اور اس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں۔ یوسفؑ نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے عامہ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمدردی خلائق کے لیے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے۔ اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمن بن سمرہ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے تو اس کا بار اسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بناء پر ہو۔"[5]

افسوس صد افسوس کہ آج نوجوانوں میں بے روزگاری عام ہے۔ اس حوالے سے ایک رپورٹ ملاحظہ ہو جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وطن عزیز میں نوجوانوں کی تعداد کیا ہے اور ان میں بیروزگاری کی شرح کس قدر ہے؟ گزشتہ حکومت کے وزیر منصوبہ بندی احسن اقبال نے رپورٹ (نیشنل ہیومن ڈیولپمنٹ کی رپورٹ) کی تقریب رونمائی کے موقع پر کہا کہ

"ملک کی کل افرادی قوت میں 41.6 فیصد نوجوان ہیں، جن کی عمر 15 سے 29 برس کے درمیان ہے۔ انہوں نے بتایا کہ 2015 میں نوجوانوں کی بیروزگاری کی شرح 9.1 فیصد رہی۔ نیشنل ہیومن ڈیولپمنٹ کی رپورٹ "پاکستان کے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا" میں کہا گیا کہ مزدوروں کے عالمی ادارے نے 15 سے 24 سال کے عمر کے نوجوان میں بیروزگاری کی شرح 10.8 فیصد بتائی۔ رپورٹ میں پاکستان میں انسانی ترقی کو درپیش چیلنجز اور نوجوانوں کی پریشانیوں پر توجہ دی گئی اور اس بات پر توجہ مرکوز کی گئی کہ کس طریقے سے انسانی ترقی کے نتائج کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس رپورٹ میں نوجوانوں کو بااختیار بنانے کے حوالے سے 3 اہم چیزوں پر توجہ دی گئی ہے، جن میں اعلیٰ تعلیم، منافع بخش روزگار اور معقول مشغولیت شامل ہیں۔ نیشنل ہیومین ڈیولپمنٹ کی رپورٹ میں کہا گیا کہ پاکستان میں اس وقت تاریخ کی سب سے بڑی نوجوان نسل موجود ہے اور اس کی آبادی کا 64 فیصد حصہ 30 سال سے کم عمر کا ہے جبکہ 29 فیصد نوجوان 15 سے 29 برس کے درمیان ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ نوجوانوں کی تعداد رکھنے والے ممالک میں سے ایک ہے جبکہ جنوبی ایشیاء میں افغانستان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔"[6]

بے روزگاری کے مضر اثرات

بیروزگاری کے درج ذیل اثراتِ بد معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں:

1. بے روزگار شخص کے پاس چونکہ آمدنی نہیں ہوتی اس لئے اس کی زندگی حرکت سے خالی ہوتی ہے اور جس جسم میں حرکت نہ ہو، وہ کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یوں پانچ سے چھ افراد کو سہارا دینے والا شخص خود دوسروں کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔
2. بے روزگاری شخص نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے اور احساس کمتری کا مرض اسے مزید مریض بنا دیتا ہے۔
3. بے روزگار نوجوان استحصالی نظام سے تنگ آکر سماج دشمن اور ملک دشمن بنتے جا رہے ہیں۔ علمی قابلیتوں کا رخ منفی ہو جانے کی وجہ سے اب یہ نوجوان عید کے موقع پر دن دیہاڑے اے۔ ٹی۔ ایم کو لوٹتے اور بینک اکاؤنٹس کا پاسورڈ چراتے ہیں۔ جاہل اور ناخواندہ افراد کے لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں۔ چوری، ڈاکہ زنی، سمگلنگ، منشیات اور قتل وغارت کی وارداتوں میں جرم بے روزگاری کا بڑا حصہ ہے۔
4. بے روزگار افراد جو روزگار کی تلاش میں سرگرداں رہنے کے بعد روزگار حاصل نہیں کر پاتے، بیرون ملک کا رخ کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا قیمتی سرمایہ یعنی اعلیٰ سائنسدان، معیشت دان بیرون ممالک منتقل ہو رہے ہیں اور ان کی خدمات کی بدولت ایجادات منظر عام پر آرہی ہیں جس سے ان کی معیشتیں دن دگنی رات چگنی ترقی کر رہی ہیں۔

بے روزگاری کے مضر اثرات کا سدباب

یہ بات اگرچہ مسلم ہے کہ بے روزگاری مفلسی سے بھی زیادہ خطرناک ہے لیکن کچھ ایسا بھی نہیں کہ یہ مسئلہ لاینحل ہو اور اہل علم اس کے تدارک سے معذرت کرلیں بلکہ افراد کی یہ مشکل نجی اور سرکاری دو بنیادوں پر حل ہو سکتی ہے اور اس کا سب سے بہترین حل سیرت نبویہ میں مضمر ہے جسے قرآن حکیم نے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے جو عالم و زاہد، فقیہ و مفتی، سیاستدان و معیشت دان، تاجر و صنعتکار، ملازم، مزدور اور دیہاڑی دار سب کے لئے امید نو لے کر آتا ہے۔ ذیل میں اسی حوالے سے تجاویز پیش خدمت ہیں:

عزم مصمم

پاکستان میں ایسے نوجوانوں کی کمی نہیں جو اپنی بے روزگاری کا ذمہ دار حکمرانوں اور فرسودہ نظام کو ٹھہراتے ہیں اگرچہ یہ الزام کسی حد تک درست بھی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان نوجوانوں نے بلند حوصلگی کے ساتھ کبھی اپنی معاشی زندگی کا آغاز بھی نہیں کیا۔ بے روزگاری چونکہ ایک بیماری کی طرح ہے جس میں ایک عرصے تک مبتلا رہنے والا نوجوان طرح طرح کی مایوسیوں کا شکار ہو جاتا ہے اور کسی بھی کام کاج کو شروع کرنے سے پہلے اس کی ناکامی کا یقین کر

لیتا ہے یا طرح طرح کے اوہام کا شکار ہو جاتا ہے لہٰذا یہ نفسیاتی رکاوٹ اس کی معاشی زندگی کو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیتی ہے۔ اسوہ حسنہ اس کا علاج عزمِ مصمم کی صورت میں تجویز کرتا ہے کہ ایک مرتبہ کسب معاش کا پختہ ارادہ کر کے اللہ پر توکل کر لیا جائے تو تلاطم خیز موجیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ قرآن حکیم نے مومنین کو ہر لمحے بلند حوصلگی اور صبر و عزیمت کی تلقین کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"[7]

"پس اے نبی، صبر کرو جس طرح اولو العزم رسولوں نے صبر کیا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

"وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ"[8]

"البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ بڑی اولو العزمی کے کاموں میں سے ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمیشہ صبر و استقامت سے عبارت رہی قریش مکہ کو تبلیغ کا معاملہ ہو یا وادی طائف کے مظالم۔ غزوہ بدر ہو یا غزوہ احزاب، حضور علیہ السلام نے بے مثال استقامت کا نمونہ پیش کیا اور اس کی دعا بھی سکھلائی۔ ارشاد مصطفیٰ ﷺ ہے:

"اللهم إني أسألك الثبات في الأمر والعزيمة على الرشد"[9]

"اے اللہ میں معاملے میں ثابت قدمی اور رشد و ہدایت میں عزیمت کی دعا کرتا ہوں۔"

انسان کا کمال دو چیزوں میں منحصر ہے۔ اول یہ کہ اس کے پاس مضبوط قوت ارادی ہو دوسری یہ کہ اس پر ثابت قدمی بھی ہو اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہوتی ہے تو کمال پر حرف آتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس قوت ارادی تو بلا کی ہے لیکن اس پر استقامت نہیں تو بڑے سے بڑا کام بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا لہٰذا بے روزگار نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ ڈر اور خوف کو اپنی زندگیوں سے ختم کرتے ہوئے کاروباری خطرات سے کھیلنا سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و دانش سے نوازا ہے جس کے بل بوتے وہ خطرات کا انتظام قبل از وقت کر کے اپنے آپ اور پورے معاشرے کو سہولت کا ساماں مہیا کر دیتا ہے۔

انسان کو بے روزگاری کی طرف دھکیلنے میں فکر انسانی کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ سست اور بیمار معاشی فکر اور تقدیر الٰہی کے بارے میں غیر اسلامی رویہ انسانی صلاحیتوں کو زنگ آلود کرتا ہے اور اس کی تمام تر توانائیاں اور رعنائیاں اس زمین کی طرح بنجر ہو جاتی ہیں جس کو کسان نے عرصہ دراز سے کاشت نہ کیا ہو۔ نبی آخر الزمان جناب محمد ﷺ نے بے روزگاری کو ختم کرنے کیلئے طرح طرح کی ترغیبات دیں تاکہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کے بجائے صبح و شام رزق حلال کیلئے تگ و دو کرے اور "وقدر فيها اقواتها" کے مصداق زمین میں چھپے خزانوں کو نکال باہر لائے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے زراعت، تجارت، صنعت و حرفت سمیت ہر شعبہ معیشت میں کام کاج کرنے والے شخص کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ انسانی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تلقین فرمائی اور ایسے افراد کیلئے طرح طرح کی ترغیبات سے ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

کاروبار کا آغاز اور سرمائے کا حصول

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ کاروبار و تجارت کے لئے سرمائے کی حیثیت اساسی ہے۔ اس کے بغیر معمولی سے کام کاج کی بنیاد بھی نہیں رکھی جا سکتی۔ بے روزگار شخص کو یہ نعمت میسر نہیں ہوتی۔ لہذا وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہوتا ہے۔ ایسے میں بے ہنر بے روزگار بھی قابلِ ترس ہے لیکن وہ بے روزگار جس کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے (فن اور کاریگری کی بدولت) سینکڑوں افراد کا روزگار رکھا ہو، اول درجے کی توجہ کا مستحق ہے کہ اس کے ہاتھ میں چار پیسے آنے سے گھر کے ٹھنڈے چولہوں میں رونقیں آ سکتی ہیں۔

سرمائے کی فراہمی کی دو صورتیں ہوتی ہیں اول تو یہ کہ کسی دوسرے کا سہارا لیا جائے اور اس کے سامنے دست دراز کر کے قرض کا بندوبست کیا جائے تا کہ کاروبار کی خشت اول یعنی روپیہ پیسہ کا بندوبست ہو لیکن معاشیات کے معلم اول سرکار دو عالم ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ خود اپنے مال و جائیداد کو کام میں لا کر سرمائے کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے خواہ اس مال و جائیداد کی قیمت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ اس سے خود اعتمادی پر ضرب نہیں پڑتی، جو کاروبار تو کاروبار، جملہ شعبہ حیات میں ہر لمحہ انسان کا ساتھ دیتی ہے۔ دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے ادھار رقم کی واپسی انسانی شعور پر چونکہ سوار رہتی ہے لہذا عین ممکن ہے کہ یہ اعصابی تناؤ کاروباری فیصلوں پر بھی اثر انداز ہو لہذا رسالت مآب ﷺ نے اولا اپنے گھر سے سرمائے کی فراہمی کی تلقین کی۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا، تو آپ ﷺ نے پوچھا تمھارے گھر میں کچھ سامان ہے؟ اس نے کہا ایک کمبل ہے جس کا ایک حصہ ہم بچھاتے ہیں اور ایک حصہ اوڑھ لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو یہ تمام چیزیں لانے کا حکم دیا جس پر اس نے وہ چیزیں پیش کر دیں، آپ ﷺ نے ان کی نیلامی کرتے ہوئے فرمایا: اسے کون کتنے پر خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم پر خریدتا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے؟ اس پر ایک آواز آئی کہ یا رسول اللہ ﷺ میں انہیں دو دراہم پر خریدتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ وہ اشیاء دو دراہم پر فروخت کر ڈالیں اور یہ چھوٹی سی رقم اس انصاری کو دے کر فرمایا: ایک درہم سے خوراک خرید کر اپنے گھر والوں کو کھلاؤ اور دوسرے سے کلہاڑا خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ کلہاڑا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ڈال کر فرمایا: جاؤ لکڑی کاٹ کر بازار میں بیچا کرو، پندرہ دن تک میں تمھیں نہ دیکھ پاؤں۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پندرہ دن کے بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے پاس پندرہ درہم جمع تھے۔ کچھ کے اس نے

کپڑے خریدے اور کچھ سے کھانے کا سامان خریدا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہت بہتر ہے۔[10]

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری بہنیں اپنے شوہروں کے کام کاج کے لئے جگہ جگہ دست دراز کرتی ہیں اور انہیں لاکھ، دو لاکھ کے لگ قرض مل بھی جاتا ہے لیکن اس سونے اور چاندی کو کام میں نہیں لاتیں جو عرصہ دراز سے دفینے کی شکل میں تجوری میں پڑا رہتا ہے، چوری چکاری کا ڈر، اپنوں اور غیروں پر بد دیانتی کے الزام اس کے علاوہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ بس یہ ہے کہ سال میں ایک یا دو بار اسے ملبوسات کے ساتھ زیب تن کیا جاتا ہے اور بس۔ اور سب سے بڑھ کر نقصان یہ ہے کہ اس خزینے اور دفینے کے حقوقِ واجبہ بھی ادا نہیں کئے جاتے جس کے بارے میں قرآن حکیم کی شدید وعید وارد ہوئی ہے کہ ایسے سونے اور چاندی کو گرم کر کے پہلو اور پیشانی پر لگایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب چکھو عذاب کا مزہ! تم ہی تھے جو اس کو خزانے کی شکل میں جمع رکھتے تھے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا کرتے تھے۔

ایزی لوڈ، ، بائنڈنگ، کمپوزنگ، یہ وہ صاف ستھرے کام ہیں جو تعلیمی اداروں کی حدود اربعہ میں رہ کر سرانجام دیئے جاسکتے ہیں اور باعزت روزگار سے امور خانہ داری کی بجا آوری بالکل ممکن ہے۔ اور ان کاموں کے لئے صرف چالیس سے پچاس ہزار کا سرمایہ ابتدائی طور پر درکار ہوتا ہے۔ اس کے بعد درزی، کولڈ کارنرز، کٹ پیس شاپس، نیٹ کیفے، فوٹو کاپی شاپ جیسے کاروبار آتے ہیں جن میں سرمائے کی زیادتی کے ساتھ نفع کی زیادتی بھی متوقع ہوتی ہے۔ یہ تمام کاروبار اول طریقے پر بھی اختیار کئے جاسکتے ہیں جس میں کاروبار کا مالک ایک شخص ہوتا ہے۔ روپے پیسے کا بندوبست بھی وہی کرتا ہے اور کاروبار کا تمام تر انتظام و انصرام بھی اسی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ معاشیات کی اصطلاح میں ایسے کاروبار کو انفرادی کاروبار کہا جاتا ہے۔

قرض حسنہ کی فراہمی

مروجہ مالیاتی نظام میں فائنانسنگ کا معروف طریقہ سودی قرضہ جات ہیں جن میں بنیادی کردار بینک ادا کرتے ہیں۔ بینک کم شرح سود پر عوام الناس سے رقوم وصول کرتا ہے اور زیادہ شرح سود پر قرض دیتا ہے۔ مثال کے طور پر بینک دس فیصد شرح سود کے عوض لوگوں کے ڈپازٹس بچت کھاتوں میں رکھے گا اور تیرہ فیصد کے عوض کارخانہ داروں اور کاشتکاروں کو قرض دے گا۔ درمیان کا تین فیصد بینک کا منافع ہو گا۔ بینکوں کا یہ بنیادی کاروبار ممنوع ہے۔ قرآن و حدیث نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا[11]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خرید و فرخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سود کے ستر سے زائد نقصانات ہیں اور ان میں سے ادنیٰ ترین یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔[12] سیرتِ نبویہ میں سودی قرضہ جات کے متبادلات میں سے ایک قرض حسنہ ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اس کی تعریف کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ

إعطاء شخص مالاً لآخر في نظير عوض يثبت له في ذمته، مماثل للمال المأخوذ بقصد نفع المعطى له فقط [13]

"ایک شخص کا دوسرے کو صرف اس نیت سے مال دینا کہ وہ اس سے منفعت حاصل کرلے جبکہ بدلے میں اس پر اتنے ہی مال کی واپسی لازم ہو جتنا اس نے ادھار لیا ہے، قرض حسن کہلاتا ہے"

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

"Lending with no obligation for the borrower more than returning the principal" [14]

"کسی کو اس طرح ادھار دینا کہ اس سے اصل رقم کے علاوہ کسی اضافے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔"

قرض حسنہ کی فضیلت

احادیث میں قرض حسنہ کی بڑی فضیلت آئی ہے جن میں سے چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا: الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ! مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ؟ قَالَ: لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ، وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ [15]

"معراج کے موقع پر میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہو ادیکھا کہ صدقے کا ثواب دس گنا اضافے کے ساتھ دیا جاتا ہے، جبکہ قرض کا اٹھارہ گنا دیا جاتا ہے، تو میں نے جبرائیل سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قرض کا ثواب صدقہ سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سائل کبھی اس حال میں مانگتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ ہوتا ہے، جبکہ قرض تو انتہائی ضرورت کے تحت لیا جاتا ہے۔"

حدیث کا مطلب یہ ہے قرض لینے والا انتہائی ضرورت کی حالت میں قرض لیتا ہے، اور اس فکر کے ساتھ مانگتا ہے کہ کل اسے لوٹانا بھی ہوگا جبکہ سائل عموماً اس سے بے نیاز رہتا ہے۔

"عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ مَنَحَ مِنْحَةَ وَرِقٍ، أَوْ مَنَحَ وَرِقًا، أَوْ هَدَى زُقَاقًا، أَوْ سَقَى لَبَنًا، كَانَ لَهُ عَدْلَ رَقَبَةٍ، أَوْ نَسَمَةٍ" [16]

"براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے دودھ کا عطیہ دیا، یا چاندی قرض دی، یا کسی کو راستہ بتایا، اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا"

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ" [17]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر قرض دینے پر صدقہ کا ثواب ہے"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَرَّتَيْنِ إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّةً" [18]

"جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو دو دفعہ قرضہ دے تو یہ اس کی جانب سے صدقہ کرنے کی مثل ہے۔"

قرض حسنہ کی فراہمی کے ذرائع

موجودہ دور میں بینکوں کی حیثیت معیشت وبینکاری میں نہایت مسلم ہے۔ یہ بینک ہی ہیں جن کی بدولت کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کی وصولیاں اور ادائگیاں پل بھر میں ہوتی ہیں۔ بینک بار راست اور بالواسطہ سرمایہ کاری میں حصہ لیتے ہیں۔ حکومتوں، نجی داروں کو قرض تک فراہم کرتے ہیں اور ان کی ذمہ درایاں اپنی طرف سے نبھاتے ہیں۔ بینکوں کے بنیادی وظائف میں رقوم کی وصولی اور قرضوں کا جراء ہے۔ بینک سیونگ اکاونٹس میں اپنے گاہکوں کو سود یا منافع تو ادا کرتے ہیں لیکن کرنٹ اکاونٹس میں یہ کچھ بھی ادا نہیں کرتے بلکہ ایک بہت بڑی رقم سے خود متمتع ہوتے ہیں جو سالہا سال بینکوں کے پاس جمع رہتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جب وہ کرنٹ اکاونٹس میں موجود رقم سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں اور اچھا خاصا نفع کماتے ہیں تو کیوں نہ مرکزی بینک ان پر یہ شرط عائد کرے کہ وہ ان اکاونٹس میں جمع شدہ رقوم کا ایک خاص تناسب بطور قرض حسن دیں گے۔

بیع سلم کی بنیاد پر فائنانسنگ

بیع سلم ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں چیز کی قیمت پیشگی ادا کردیجاتی ہے جبکہ چیز بعد میں وصول ہوتی ہے۔ قیاس کی روسے بیع سلم کی یہ قسم ناجائز ہونی چاہئے اس لئے کہ جس چیز کی فروخت کی گئی ہے اور قیمت بھی ادا کردی گئی ہے وہ ابھی تک وجود میں نہیں آئی لیکن معاشی حاجات کو پورا کرنے اور بالخصوص کسانوں کو سہولت فراہم کرنے کیلئے نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ:

"قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلاَثَ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ" [19]

"نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ دو دو اور تین تین سال تک کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو بھی بیع سلم کرے تو پیمائش، وزن اور مدت کی تعیین ضرور کرے۔"

دورِ حاضر اور بالخصوص پاکستان کے سماجی اور مذہبی معاشرے میں بیع سلم کی بنیاد پر فائنانسگ سے بیش بہا فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں جس سے بیروزگاری کے تناسب کو خواطر خواہ حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

بیع سلم کی شرائط

فقہاء نے بیع سلم کی درج ذیل شرائط بیان کی ہیں: [20]

1. جو چیز بطور قیمت طے ہو اس کی جنس (، ریال، ڈالر)، نوع (سعودی ریال، امریکی ڈالر)، صفت (عمدہ یا گھٹیا) متعین ہو۔ الغرض اس کی نوعیت، تعداد، صفات اور خصوصیات وغیرہ میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔
2. جس چیز کی خرید و فروخت کی جائے وہ مکیلی، موزونی، گز یا میٹر کے ساتھ پیمائش کی جانے والے یا عددی ہو (مثلا مالٹا اخروٹ)، تو بیع سلم جائز ہے۔ اس کے اندر بھی وہی شرائط ہیں کہ جس چیز کی خرید و فروخت کی جائے اس کی جنس، نوع، صفت (عمدہ یا گھٹیا) متعین ہو۔
3. قیمت فوری طور پر نقد ادا کر دی گئی ہو، ادھار قیمت کی صورت میں یہ بیع ناجائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ قیمت کی ادائیگی میں دو، تین روز کی مہلت کے قائل ہیں۔
4. بیع سلم میں اگر ایک جنس کی قیمت جنس سے ہی ادا کی جارہی ہے تو ضروری ہے کہ اجناس ایک جیسی نہ ہوں مثلا گندم کے بدلے گندم، اس لئے کہ اجناس کا تبادلہ برابر سرابر تو ہو سکتا ہے مگر اس میں کسی قسم کی زیادتی کی گنجائش نہیں۔
5. سامان کی فراہمی کی تاریخ اور جائے فراہمی متعین ہونا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر یہ تعین کر لیا جائے کہ الف، ب کو دس من گندم یکم جون کو فراہم کرے گا۔
6. بیع سلم میں فروخت کی جانے والی شئ ایسی ہو جس کی تعیین صفات کے زریعے ممکن ہو۔
7. فقہاء احناف کے ہاں معاہدہ حتمی ہو اور اسمیں کسی قسم کی نظر ثانی کا احتمال نہ ہو۔
8. خریدار جوں ہی رقم ادا کرے گا، فروخت کنندہ اس کا مالک بن جائے گا اور اسے رقم کو استعمال کرنے کے تمام تر اختیارات حاصل ہوں گے۔

مروجہ بینکاری میں بیع سلم کا اطلاق

وطن عزیز پاکستان کی آبادی کا 42ء3 فیصد زراعت سے وابستہ ہے، یوں زراعت پاکستان کی معیشت میں لائف

لائن کا درجہ رکھتی ہے [21]۔ وہ نوجوان جن کا تعلق دیہاتوں سے ہے اور بے روزگاری یا سرمائے کی کمی کا شکار ہیں، انہیں درج ذیل طریقے سے روزگار پر لایا جاسکتا ہے:

مروجہ بینکاری میں تو سود پر قرض حاصل کیا جاسکتا ہے لیکن اسلامی بینکاری میں سودی قرض کی بجائے بیع سلم سے عمدہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں، مثال کے طور پر ایک کسان کو کھاد، بیج، کیڑے مار ادویات، ہل چلوائی اور بوائی وغیرہ کیلئے دس لاکھ روپے درکار ہیں، اب بجائے اس کے کہ دس لاکھ روپے سود پر قرض دیئے جائیں، بینک کاشتکار سے بیع سلم کی بنیاد پر درج ذیل بنیادوں پر یہ معاہدہ کرلے:

بینک کسان سے یکم اپریل کو 100 روپے فی کلو اور 4000 روپے فی من کے حساب سے 250 من باسمتی چاول خریدتا ہے اور کاشتکار 30 نومبر تک یہ چاول ادا کرنے کا پابند ہے۔ اس کے بعد بینک کے پاس مزید 15 دن ہوں گے جن میں بینک جب چاہے، کاشتکار سے اپنی جنس وصول کرے گا۔ کاشتکار پر لازم ہوگا کہ وہ بینک کو 15 نومبر تک 250 من چاول اپنے گودام سے فراہم کرے گا۔ بیع سلم کی شرائط طے ہو جانے کے بعد بینک اور کاشتکار دونوں اس پر راضی ہو جاتے ہیں۔ بینک 250 من باسمتی چاول کی قیمت 4000 روپے فی من کے حساب سے) کاشتکار کو ادا کردیتا ہے جو کہ دس لاکھ روپے بنتی ہے۔ کاشت کار اس رقم سے مداخل (Inputs) کی خریداری کرتا ہے اور فصل اگاتا ہے۔ نومبر میں فصل تیار ہو جاتی ہے اور کاشتکار بینک کو اس سے آگاہ کردیتا ہے۔ اب بینک کے پاس اپنی جنس کی وصولی کے دو طریقے ہیں:

ایک یہ کہ بینک بہ نفس نفیس اپنی جنس وصول کرے اور اسے کسی بھی گودام میں صرف چار ماہ کیلئے ذخیرہ کردے۔ جیسے ہی نرخ بہتر ہوں، فوراً سے رائس مل کو چاول فروخت کردے۔

دوسرے یہ کہ جیسے ہی بینک، کاشتکار کو دس لاکھ روپے قیمت ادا کرے، فوراہی ایسے گاہک کی تلاش شروع کردے جو نومبر میں 250 من چاول کی خریداری پر آمادہ ہو، مثال کے طور پر اپریل میں دس لاکھ روپے قیمت کی ادائیگی کے بعد جون میں بینک نے ایک کسٹمر سیور فوڈز کو تلاش کرلیا جو اس پر آمادہ ہے کہ وہ بینک سے 4600 روپے فی من کے حساب سے 250 من باسمتی چاول خریدے گا۔ بینک اس بات کا پابند ہوگا کہ 15 دسمبر تک 250 من چاول سیور فوڈز کے گودام تک پہنچائے۔ اب جیسے کاشتکار بینک سے وصولی کے لئے رابطہ کرے گا، بینک حتمی تاریخ پر ایک طرف کاشتکار سے قبضہ وصول کرے گا اور دوسری طرف سیور فوڈز کو فراہم کردے گا۔ یوں بینک کو ذخیرہ کرنے کی مد میں جو اخراجات پیش آسکتے تھے، اس سے بھی بچت ہوگی۔ سیور فوڈز سے معاہدہ 4600 روپے فی من کے حساب سے ہوا ہے، اس لئے 250 مَن اور فی مَن 4600 کے حساب سے کل رقم گیارہ لاکھ پچاس ہزار (11,50000) ہوئی۔ وصول ہوگی جس میں بینک کی اصل رقم دس لاکھ تھی اور ایک لاکھ پچاس ہزار (150000) منافع ہے جو اسے سات مہینے کی ایسی فائنانسنگ پر حاصل ہوا جس کی بنیاد تجارت تھی۔ مسلم ماہرینِ معیشت اسے متوازی سلم کا نام دیتے ہیں۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن

نوجوانوں میں بے روزگاری کی ایک اہم وجہ وطن عزیز میں جنرل ایجوکیشن کا رجحان ہے۔ پڑھے لکھے نوجوان صرف اس لئے بے روزگار ہیں کہ جو تعلیم انہوں نے حاصل کر رکھی ہے اس کا عملی زندگی میں فائدہ بہت کم ہے۔ ہمارا نوجوان بی۔ اے کرنے کے بعد کلرکی کے علاوہ، سائنس، کامرس، انڈسٹری، انجنیئرنگ میں اپنی خدمات سرانجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھ لکھ کر بھی بے روزگاری مقدر بنتی ہے۔ ان حالات میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کا فروغ نہایت ضروری ہے۔ انہیں اس بات کو باور کروانے کی ضرورت ہے کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن نہ صرف یہ کہ روزگار کے حصول کا ذریعہ ہے بلکہ معاشرے کی ضرورت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے باری تعالیٰ میرے لئے کوئی ایسا سبب بنا دیجئے جس سے ان کا اور ان کے اہل و عیال کا گذارہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اور آپ کو صنعت زرہ سازی کا علم دیا۔ آپ نے سب سے پہلے زرہ بنائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہر روز ایک زرہ بناتے تھے جو چار ہزار میں بکتی تھی، اس میں سے اپنے اور اپنے اہل و عیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء و مساکین پر بھی صدقہ کرتے۔[22] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ[23]

"ہم نے لوہے کو اس لیے نرم کر دیا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھ (اے آل داؤد) نیک عمل کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اسے میں دیکھ رہا ہوں۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے سب سے بہتر رزق وہ ہے جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے کمائے، پھر فرمایا کہ حضرت داؤد اپنے ہاتھوں سے روزی کمایا کرتے تھے۔[24] حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ ایک صحابی ہیں، جو لوہار کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے مصافحہ ہوا تو آپ ﷺ نے ہاتھوں کے اتنے سخت اور کھردرا ہونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہتھوڑا چلاتا ہوں اس وجہ سے میرے ہاتھ پتھر کی مانند ہیں۔ محنت کی عظمت کا درس دینے والے فخر کونین ﷺ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت ادریس درزی کا کام کیا کرتے تھے۔[25]

آج ہم جس دنیا میں سانس لے رہے ہیں اس کی معیشت تعلیم پر مبنی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں جن ممالک نے ترقی کی ہے، معیشت کے گھوڑوں کی بھاگ دوڑ انہی کی ہاتھوں میں ہے۔ میٹا میٹیریل (metamaterials) نامی مواد نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے جسے امریکہ اور جرمنی کے سائنسدانوں نے تیار کیا ہے۔ اس کی مدد سے طیاروں، آبدوزوں، ٹینکوں کو دشمن کی آنکھ سے اوجھل کیا جا سکتا ہے۔ اس مواد میں روشنی کو موڑنے کی بے پناہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی طرح مادہ گریفن کی ایجاد ہے جو خالص کاربن سے بنا ہے یہ لوہے سے تقریباً ۲۰۰ گنا زیادہ مضبوط ہے۔ جامعہ فلوریڈا میں

سب سے ہلکا ٹھوس مواد تیار کیا گیا ہے جسے منجمد دھواں کا نام دیا گیا ہے۔ترقی یافتہ ممالک ان ایجادات کی بدولت لاکھوں افراد کو روزگار فراہم کریں گے اور اربوں ڈالر کمائیں گے۔[26]

یہ صرف اس لئے ہے کہ اقوام عالم نے اس حقیقت کو پالیا ہے کہ ترقی کا راز صرف اور صرف تعلیم میں ہے۔ آج امریکہ کی ترقی کے پیچھے 6000 اعلیٰ معیار کی جامعات ہیں جس کیلئے انہوں نے وسائل کے بے پناہ دروازے کھول رکھے ہیں اور نتیجہ خرچ کئے گئے وسائل سے کئی گنا انہیں واپس مل رہا ہے۔ 1997-98 میں پاکستان کا تحقیق کا بجٹ 4 ملین ڈالر تھا، فرانس کا اس کے مقابلے میں 9477، انگلینڈ 9962، جرمنی 16701، اور جاپان کا 35520 ملین ڈالر کا تحقیق بجٹ تھا۔[27] ٹونی بلئیر نے برن ماؤتھ کے مقام پر پرجوش انداز میں کہا تھا کہ میری حکومت کی تین ترجیحات ہیں: تعلیم، تعلیم، تعلیم۔[28] ملائیشیا نے آج سے تیس برس قبل یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بجٹ کا پچیس فیصد تعلیم پر خرچ کرے گا۔ تیس سال بعد نتیجہ یہ نکلا کہ آج ملائیشیا عالم اسلام کی اعلیٰ تکنیکی مصنوعات کا ۸۶.۵ فیصد برآمد کرتا ہے۔ ۱۹۶۰ء میں کوریا میں صرف پانچ فیصد نوجوان یونیورسٹی کی سطح کی تعلیم حاصل کرپاتے تھے اور کل برآمدات ۳۰ ارب ڈالر تھیں۔ ۲۰۱۱ء میں چونسٹھ فیصد طلباء یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے لگے اور برآمدات ۴۲۸ ارب ڈالر سے تجاوز کر گئیں۔[29] اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وطن عزیز بھی تعلیم پر بھاری سرمایہ کاری کرے اور فنی و تکنیکی تعلیم کو عام کرے جس کی بدولت ٹیکنالوجی کا فروغ ہو۔ برآمدات کا تناسب بڑھے اور نوجوانوں کو روزگار میسر آئے۔

زمین کی تقسیم

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ"[30]

"کسی زمین کو آباد کرے اب یہ زمین اسی کی ہے۔"

وطن عزیز 1947ء میں معرض وجود میں آیا، اس سے پہلے یہ متحدہ ہندوستان تھا اور اس کی زمینوں کے مالک وہ آباد کار تھے جنہوں نے مردہ زمینوں کو جلا بخشی تھی۔ انگریز راج سے پہلے مسلمانوں اور ہندوؤں کی حکومت کے دوران ہندوستان کے کاشتکار زمینوں کے بذات خود مالک تھے۔ انڈیا ایکٹ نے مزارعین کو زمین پر پہلا حق دیا تھا جس کا خلاصہ درج ذیل تھا:

1۔ کاشتکار زمین کا مالک ہے۔

2۔ زمین کے ٹیکس اصل پیداوار کی نسبت سے لاگو ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے بیک جنبش قلم ان دونوں اصولوں کو رد کر دیا اسلئے کہ بہادر سرکار کا اصل مقصد سرمایہ اکٹھا کرنا تھا۔ اور اب مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ قانون کہ کھیت اس کی ملکیت ہے جس نے پہلے اس کو کاشت کیا، قصہ

پارینہ بن کر رہ گیا اور کل کے حقیقی مالک آج کے دیہاڑی دار مزدور بن کر رہ گئے۔ اس کے بعد بہادر سرکار نے دو بنیادوں پر مصنوعی زرعی انقلاب کی بیل ڈالی۔ اول تو یہ کہ حقیقی مالکوں سے زمین ہتھیانے کے بعد نیلامی لگائی گئی، جس نے سب سے بڑی بولی دی، اسے زمین الاٹ کر دی گئی اور پیسہ داخلِ دفتر ہوا۔ دوم یہ کہ جس وفادار نے عہدِ وفاداری کیا۔ انگریز سرکار کی عزت کی لاج رکھی، قسمت کی دیوالی اس پر مہربان ہوئی اور وہ بھی سینکڑوں ایکڑ کا مالک ٹھہرا۔[31]

تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں تقسیمِ زمین کی اصلاحات کی شدید ضرورت تھی تاکہ سونا اگلتی زرخیز زمین سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ یہ اقدام اگرچہ نہایت مشکل تھا لیکن تین مرتبہ عمل میں لایا گیا لیکن تینوں مرتبہ کروائی صرف کاغذی رہی۔ ڈاکٹر مبارک اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں کہ:

"بابار کی اصلاحات کے باوجود صرف پانچ فیصد جاگیر داروں کا طبقہ 64٪ زرعی رقبے کا مالک ہے۔ PILER سٹڈی کے مطابق سندھ میں 80٪ کاشتکاروں کی حیثیت مزدوروں کی ہے وہ ایک انچ زمین کے مالک نہیں۔ زمینداروں کی اپنی جیلیں اور آرمی ہے جہاں افراد کو قید کر لیا جاتا ہے۔ لینڈلارڈ کی زمینوں پر کام کرنے والے افراد کی حیثیت محصورین کی ہے اور پشت در پشت غلامی ان کا مقدر ہے ایسے افراد کی تعداد 1.7 ملین سے زائد ہے۔"[32]

اے۔ حمید شاہد کسانوں کے مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" ایک اندازے کے مطابق ہمارے 89٪ کاشتکار ایسے ہیں جن کے پاس 10، ایکڑ سے کم رقبہ ہے۔ اگر معاشی قطعہ 12، ایکڑ کا فرض کر لیا جائے تو 89٪ کاشتکاروں کے رقبے غیر معاشی ہیں نہ ہی وہ بچتیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی سرمایہ کاری بلکہ ہمارے کسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ قرض میں پیدا ہوتا ہے، قرض میں ہی جوان ہوتا ہے اور قرض میں ہی فوت ہو جاتا ہے۔"[33]

۱۹۸۶ میں وزیر اعظم جونیجو کے قائم کردہ نیشنل ایگریکلچرل کمیشن نے بھی یہی سفارش کی تھی کہ زرعی رقبے کے قطعات کو مزید چھوٹا نہیں ہونا چاہئے بلکہ بکھرے ہوئے رقبے کو اکھٹا کرنے کی اور سرکاری اراضی کو چھوٹے کسانوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے۔ کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ 5 ایکڑ سے کم اراضی کے مالکان سے آبیانہ وصول نہ کیا جائے۔ کمیشن نے ایک محتاط اندازے سے کہا تھا کہ اس کی درج بالا اور دیگر سفارشات اگر حقیقی بنیادوں پر لاگو کی جاتی ہیں تو اس سے 9 ملین یعنی نوے لاکھ افراد کو روزگار ملے گا لیکن افسوس کہ ان سفارشات کو پہلے کی طرح عملی جامہ نہ پہنایا جاسکا۔[34]

چودھری غلام رسول چیمہ مروجہ جاگیر داری پر یوں تنقید کرتے ہیں کہ:

"موجودہ جاگیرداری کو اقطاع کے زمرے میں رکھ کر دورِ خیر کے قطائع کے ساتھ نہیں جوڑا جا سکتا اس لئے کہ: ہمارے دور کی جاگیرداری کا ایک بڑا حصہ وہ ہے جو انگریزوں نے ان لوگوں کو دیں جنہوں نے اپنے ملک کے خلاف برطانیہ حکومت کی وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔۔۔ پھر یہ جاگیریں پیداوار بڑھانے ملک کو خوشحال کرنے کے لئے نہیں دی گئی تھیں، یہ محض افراد کو خوش کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے دی گئی تھیں۔۔۔ یہ تالیف قلوب کے لئے نہیں دی گئی تھیں بلکہ برطانوی اقتدار کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے دی گئی تھیں۔"[35]

مذہب اسلام جو کہ معاشی عدل کا سب سے بڑا علمبردار ہے، ایسے زمیندارانہ اور جاگیردارانہ نظام کو، جہاں مزارعین کا اس طرح سے استحصال کیا جائے کہ وہ فکری اور عملی طور پر سرکش وڈیرے کے غلام بن کر رہیں، جہاں ان کے ذہن و قلوب پر قفل چڑھا دیے جائیں، بالکل بھی قبول نہیں کرتا بلکہ بے ضرر اور خیر خواہی پر مبنی زمیندارہ نظام کو بڑی احتیاط کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مزارعت جہاں مزارعین کا استحصال ہو، وہ بھی روا نہیں۔

اسلام کا عادلانہ نظام سینکڑوں مربعوں اور ہزاروں ایکڑوں پر پھیلے زمیندارہ نظام کی حمایت نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے 1400 سال قبل اس کے بھیانک مضمرات کو بھانپ لیا تھا اور عراق کی زرخیز زمینیں فتح کے بعد صحابہ کرامؓ میں بطور جائیداد تقسیم نہیں کی گئی تھیں حالانکہ مؤذن مسجد نبوی حضرت بلالؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اصحاب اسے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے لئے پر زور استدلال کرتے رہے اور حضرت عثمان، علی و عبد اللہ ب عمر رضی اللہ عنہم، سیدنا عمر کے ہمنوا رہے۔ آخر کار دس انصار صحابہ کو بھی جب اس مشاورت میں شامل کیا گیا تو اکابر صحابہ بے آپ ہی کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آئندہ بھی اسلامی ریاست کے زیرِ قبضہ جو زمینیں آتی رہیں، ان کا بیشتر حصہ اسلامی ریاست کے زیر تصرف رہا اور یوں بڑی بڑی زمینداریاں وجود میں نہ آئیں اور اسلامی ریاست کے اخراجات بھی احسن طریقے سے پورے ہوتے رہے۔[36]

امام ابو یوسفؒ درج ذیل شرائط کے ساتھ زمین کی تقسیم کی اجازت دیتے ہیں: [37]

1. تقسیم کی جانے والی زمین رفاہ عامہ (مثلاً عید گاہ، قبرستان، مسجد و مدرسہ، سکول، کالج، ہسپتال اور چراگاہ) کے تحت نہ ہو۔
2. احیاء الارض کے لئے دی جانے والی زمین میں حاکم وقت کی صراحۃ اجازت ہو۔ یہ شرط صرف امام ابو حنیفہؒ و امام مالک کے ہاں ہے۔
3. تقسیم کی جانے والی زمین کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔

4. زمین تقسیم کرنے کے بعد اگر تین سال تک اسے مالک آباد نہ کرے تو یہ زمین قابل واپسی ہو گی اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَادِيُّ الْأَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ، ثُمَّ لَكُمْ مِنْ بَعْدُ, وَمَنْ أَحْيَا شَيْئًا مِنْ مَوَاتِ الْأَرْضِ فَلَهُ رَقَبَتُهَا" [38]

"بے آباد زمین اللہ اور اس کے رسول (اسلامی ریاست) کی ہے، اس کے بعد اس پر تمہارا حق ہے۔ پس جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا تو اب وہ اسی کی مملوکہ ٹھہرے گی۔"

امام ابو یوسفؒ کتاب الخراج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں:

"مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِمُحْتَجِرٍ حَقٌّ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِينَ"

"پس جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا تو اب وہ اسی کی مملوکہ ٹھہرے گی۔ مگر جو اسے تین سال تک بے کاشت رکھے گا تو اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔"

ڈاکٹر وھبہ احیاء اموات کی درج ذیل شرائط بیان کرتے ہیں:

زمین بنجر ہو، غیر آباد ہو، کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور شہر سے دور ہو۔ امام ابو حنیفہ و امام مالکؒ کے ہاں احیاء اموات کے لئے حاکم کی اجازت شرط ہے لیکن احیاء اموات سے متعلق حدیث مطلق ہے۔ [39]

نتائج وسفارشات

درج بالا معروضات کی رشنی میں ضروری ہے کہ:

1. وہ زمینیں جو بنجر، ریتلی، سخت، پہاڑوں کے آس پاس ہوں اور عرصہ دراز سے خالی پڑی ہوں، فی الفور بے روزگار نوجوانوں میں تقسیم کر دی جائیں اور جو افراد ایک خاص عرصہ کے بعد انہیں قابل کاشت بنالیں وہ ان کی ملکیت میں دے دی جائیں۔
2. بے روزگاری کے خاتمے اور سبز انقلاب کے لئے ضروری ہو گا کہ حکومت وقت جب زمینوں کو تقسیم کرے تو تین سال کے لئے کسی قسم کا ٹیکس یا لگان وصول نہ کرے بلکہ آباد کاری کے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے سودی قرضے دینے کے بجائے اپنی مشینری سے زمین کو ہموار کرے، آبپاشی کی سہولت میسر کرے اور مصارف پیدائش پر سبسڈی فراہم کرے۔
3. شہر کے قریب زمینوں، ریلوے ٹریک اور ہائی ویز کے آس پاس سینکڑون میل خالی جگہ کو حفاظتی اقدامت کے ساتھ قابلِ کاشت بنایا جائے اور بے روزگار نوجوانوں کو کاشت کا موقع فراہم کیا جائے۔
4. زمینوں کی آباد کاری کے لئے یہ بہت ہی بہتر ہو گا کہ حکومت مذکورہ زمینوں پر اپنی نگرانی رکھے اور ہر چھ ماہ بعد حکومت ایک معائنہ رپورٹ تیار کرے۔ کسانوں کی دشواریوں کو سمجھے اور ان کے ازالے کے لئے سدباب

کرے اور زمین جن کے مالکان لاپرواہی کے مرتکب ہوتے ہوں ان کو نوٹس بھیجے کہ اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا تو یہ زمین ان سے واپس لے لی جائے گی اور تنبیہ کرتے ہوئے مراعات کا کچھ حصہ بھی واپس لے لے۔ اس طرح تین سال کی مجموعی رپورٹ تیار ہو جائے گی۔ اب جن مزارعین نے واقعی اپنا خون پسینہ ایک کیا ہوگا، پہلی فرصت مین ان کاشتکاروں کو Satisfaction Certificate دے دیا جائے اور جو احیاء اموات کے فریضہ میں کوتاہی کے مرتکب ٹھہرے ہوں انہیں درجہ بدرجہ اپنے ارتکاب کی بقدر مراعات یا زمین سے محروم کر کے یہ زمینیں کسی اور کے حوالے کی جائیں۔

5. ایگریکلچرل ریفارمز اور نوجوانوں میں روزگار کے فروغ کے لئے آسان اور بلاسود قرضے فراہم کرے۔
6. نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ کاشت کے طریقوں، مشینری کے استعمال، منڈی تک رسائی، اعلیٰ بیجوں کے حصول مصارف پیدائش میں کمی کے حوالے سے تربیت حاصل کریں۔
7. نوجوان اپنے روزگار کے حصول کے لئے ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے کی بجائے ووکیشنل ایجوکیشن پر توجہ دیں تاکہ وہ ہنر سیکھنے کے بعد اپنے کام کا آغاز کر سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ سورۃ الکہف:14-13/18
2۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، حدیث نمبر:633، دار الکتب العلمیہ، 1999ء، 168/1
3۔ مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، حدیث نمبر 6946، دار العلم، بیروت، 1999ء، 56/8
4۔ سورہ یوسف:55/12
5۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، حاشیہ نمبر 81، ص:718
6۔ ڈان نیوز، 3 مئی، 2018، لنک ملاحظہ کیجئے: https://www.dawnnews.tv/news/1077973
7- سورۃ احقاف:35/46
8۔ سورۃ الشوریٰ:43/42
9- أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي النسائي، سنن نسائی، تحقیق: عبد الفتاح أبو غدة، حدیث نمبر:1304، مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب، الطبعة: الثانية، 1406-1986، 54/3
10۔ ابوداوٗد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، مكتبة العصرية، بیروت، س۔ن، حدیث نمبر:1641، 120/2
11۔ سورۃ البقرۃ:275/2

12۔ شعب الایمان، حدیث نمبر:5520، 4/393

13۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، طبع چہارم، دار الفکر، بیروت، 5/437

14. Siddiqi, Mohammad Nejatullah. Riba, Bank Interest, and The Rationale of Its Prohibition, Islamic Development Bank, Jeddah, 2004, p. 48.

15۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب القرض، حدیث: 2431

16۔ مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر:18519

17۔ الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابو القاسم (المتوفی:360ھ)، المعجم الأوسط طبع دار الحرمین، القاھرۃ، ص: 1/729

18۔ ابن ماجہ محمد بن یزید قزوینی، السنن، باب القرض، حدیث:2430، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء الكتب العربية- فيصل عيسى البابي الحلبي، 2/812

19۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۲۴۰، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ، ۳/۸۵

20۔ دکتور وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، مترجم: مولانا محمد یوسف، دار الاشاعت، کراچی، 2012ء، 3/213-221

21. Economic Survey of Pakistan 2016-2017, Finance Division, Government of Pakistan, p.18.

22۔ مراد آبادی، علامہ نعیم الدین، تفسیر خزائن العرفان، مکتبۃ المدینہ، کراچی، 2012ء، سورہ سبا، حاشیہ نمبر ۲۴، ۲۵، ص:794

23۔ سورہ سبا:34/10-11

24۔ بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر:2072، 3/57

25۔ نور محمد غفاری، اسلام کا معاشی نظام، ص:234-235

26۔ سائنس کی دلچسپ دنیا، کالم، ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، 15 ستمبر، 2017

27۔ عبد الشکور چوہدری، عالم اسلام کا معاشی بحران اور اس کا حل، مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی، نمل، اسلام آباد، ص:225

28. Daily Dawn 15 April,1998

29۔ علم پر مبنی معیشت کا قیام، کالم، ڈاکٹر عطاء الرحمٰن، روزنامہ جنگ، راولپنڈی، 12 اکتوبر، 2015

30۔ بخاری، صحیح بخاری، 3/106

31۔ ڈاکٹر مبارک علی، جاگیر داری تاریخ پبلیکیشنز، 2012، ص214

32۔ چودھری غلام رسول چیمہ، اسلام کا معاشی نظام، علم و عرفان پبلشرز، 2007، لاہور، ص:160

33۔ اے حمید شاہد معیشت پاکستان میں اہم مسائل، علمی کتاب خانہ، لاہور، ص169

34۔ اے حمید شاہد معیشت پاکستان میں اہم مسائل، علمی کتاب خانہ، لاہور، ص:180

35۔ چودھری غلام رسول چیمہ، اسلام کا معاشی نظام، جوہر رحمانیہ پرنٹرز، لاہور، 2007ء، ص:159

36۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا معاشی نظام، شیخ الھند اکیڈمی، کراچی، س۔ن، ص:135-138

37۔ امام ابو یوسف، کتاب الخراج بحوالہ اسلام کا معاشی نظام، نور محمد غفاری، ص:152-153

38۔ أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله الخرساني المعروف بابن زنجويه (المتوفى: 251ه۔)، تحقيق الدكتور: شاكر ذيب فياض، حدیث نمبر: 1008، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية، طبع اول، 1406ھ، 1996ء، 2/607

39۔ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 6/657